

## سنن ابوداؤد میں روایات کی صحت و ضعف کا حکم: بذل المجہود کا مطالعہ

(Investigation of the Authenticity of Traditions in *Sunan Abī*

*Dāwūd: A Study of Badhl al-Majhūd*)

\*ڈاکٹر مفتی محمد ہارون

### Abstract

Investigation of the authenticity of *ḥadīth* has been an important subject in the history of *ḥadīth* sciences. Scholars of *ḥadīth* have been working hard to check the authority and authenticity of *ḥadīth* since the beginning of its compilation. *Ḥadīth* commentators have also been doing efforts to investigate the *Isnād* of relevant prophetic traditions in their commentaries according to the established parameters. This paper studies *Mawlānā Khalīl Ahmad Sahāranpūrī's* efforts regarding the authenticity of the prophetic traditions classified by *Imām Abī Dāwūd* in his collection of traditions named *Sunan Abī Dāwūd*. It finds that he puts forward his viewpoint with logical reasoning and authentic allusions while discussing the authority of relevant traditions in various places.

**Keywords:** Authenticity, *Ḥadīth*, Commentaries, *Muḥaddithīn*, *Badhl al-Majhūd*.

ابتدائے عہد رسالت سے حدیث کی نقل و روایت کے معاملے میں عدیم النظیر احتیاطیں پیش نظر رکھی گئیں، بعد ازاں ماہرین علم نے حدیث کی حفاظت کا مسلسل اہتمام کیا۔ یہی وہ دور ہے جب حدیث کے سلسلے میں اسناد اور رواۃ کے حال پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ پھر اہل علم نے اخذ حدیث کے طریقے اور اصل ماخذ تک پہنچنے میں پوری تگ و دو سے کام لیا۔ اسناد کی جانچ پڑتال اور طلب حدیث کے طویل سفر کے نتیجے میں ایک راوی کی روایت کا دوسرے راوی کی روایت سے موازنہ کیا گیا اور اس طرح موضوع و ضعیف وغیرہ روایات کی معرفت حاصل کی گئی اور احادیث کو پرکھنے کے اصول

\* لیکچرر، شعبہ اسلامی و عربی علوم، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

وضوابط مقرر کیے گئے۔ چنانچہ بعد میں آنے والے محدثین نے اپنی کتب میں انہی ضوابط کی روشنی میں اپنی اپنی کتب احادیث میں احادیث کی استنادی حیثیت کو واضح کیا۔ امام ابوداؤد سجستانی (م 275ھ) نے سنن ابوداؤد میں احادیث کی استنادی حیثیت کو واضح کرنے کا حتی المقدور اہتمام کیا ہے۔ البتہ بہت سارے مقامات پر وہ سکوت بھی اختیار کرتے ہیں۔ جسے محدثین کی اصطلاح میں "ماسکت عنہ ابوداؤد" کہا جاتا ہے۔

محدثین کی طرح شارحین حدیث بھی اپنی کتب میں ائمہ کی طرف سے لگائے گئے احکام کی تحقیق کرتے رہے ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری<sup>1</sup> (م 1346ھ/1927ء) نے بھی اپنی شرح "بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد" میں روایات کی چھان پھک کا اہتمام فرمایا ہے۔ مولانا سہارنپوری امام ابوداؤد کی طرف سے لگائے گئے حکم کی جہاں تحقیق کرتے ہیں تو وہیں ان روایات کے بارے میں بھی جستجو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جہاں امام ابوداؤد نے سکوت فرمایا ہوتا ہے۔ زیر نظر سطور میں مولانا سہارنپوری کے اس کام کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے:

### ماسکت عنہ ابوداؤد کا معنی و مفہوم اور حکم

ماسکت عنہ ابوداؤد کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوداؤد روایات کی تخریج کے ضمن میں اختلاف رواۃ فی الاسناد کو بھی بیان کرتے رہتے ہیں اور پھر جس راوی کی متابعت ان کے علم میں ہوتی ہے اس کو بھی ذکر فرمادیتے ہیں، جس سے ایک روایت کا راجح اور دوسری کا مرجوح ہونا خود ہی مستفاد اور مترشح ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ایسا صنایع اختیار فرماتے ہیں جس سے فن حدیث سے مناسبت رکھنے والے باخبر حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ روایت کس درجہ کی ہے۔ اور بعض مرتبہ تو مصنف خود کسی طریق کے راجح ہونے کی تصریح یا کم از کم اشارہ فرمادیتے ہیں، لیکن بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ روایت ذکر کرنے کے بعد بالکل خاموش رہتے ہیں، روایت میں کوئی اختلاف یا کسی قسم کا کوئی اضطراب کچھ نہیں بیان کرتے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ جس روایت پر مصنف سکوت فرما رہے ہیں وہ کس درجہ کی ہے؟ سو اس قسم کی روایات کے

<sup>1</sup> مولانا خلیل احمد سہارن پوری بر صغیر کے کبار محدثین و فقہاء میں شمار کیے جاتے ہیں، آپ کی ولادت اواخر صفر 1269ھ بمطابق دسمبر 1852ء میں اپنے نانہالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں ہوئی، تحصیل علم کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہوئے۔ علوم حدیث، فقہ اور علم الکلام میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے، ان میں آپ کی مجتہدانہ استعداد اور وسعت نظر تمام ہم عصر علماء میں مسلم تھی۔ 1346ھ میں مدینہ منورہ میں بعد از نماز عصر وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں سے المہند علی المفند، إتمام النعم علی تبویب الحکم، مطرقة الكرامة علی مرآة الإمامة، ہدایات الرشید الی إفحام العنید اور ابو داؤد شریف کی عربی زبان میں شرح بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد شامل ہے، جو چودہ جلدوں میں دارالبشائر الاسلامیہ سے 1427ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ ملاحظہ ہو: مولانا محمد زکریا، مقدمہ اوجز المسالک الی موطا مالک (دمشق، دارالقلم، س

بارے میں مصنف نے اس رسالہ میں جو اہل مکہ کے نام ہے، لکھا ہے "ما لم اذکر فیہ شینافہو صالح"<sup>2</sup> یعنی جس حدیث پر میں کوئی کلام نہ کروں اس کو صالح یعنی قابل احتجاج سمجھنا چاہیے۔ اب مصنف نے تو فرمادیا کہ اس طرح کی روایت میرے نزدیک معتبر اور قابل استدلال ہوتی ہے، لیکن حضرات محدثین کا اس میں اختلاف ہے۔ اس میں تین قول مشہور ہیں:

پہلا قول ابن مندہ (م 511ھ) کا ہے کہ ماسکت عنہ ابوداؤد بلا تردد قابل احتجاج اور صحیح ہے<sup>3</sup>۔ دوسرا قول امام نووی<sup>4</sup> (م 676ھ) اور حافظ ابن الصلاح<sup>5</sup> (م 643ھ) کا ہے کہ اگر خارج سے اس کا ضعف ثابت نہ ہو تو وہ حسن کے درجے میں ہے، قابل حجت اور استدلال ہے۔ تیسرا قول حافظ ابن حجر العسقلانی<sup>6</sup> (م 852ھ) کا ہے کہ جس روایت پر

<sup>2</sup> ابوداؤد سلیمان بن الأشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو، رسالۃ ابی داؤد الی اہل مکة وغیرہم فی وصف سننہ) بیروت: دار العریبۃ، س۔ ن، تحقیق: محمد الصباغ، 27۔

<sup>3</sup> ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن بن ابی بکر بن ابراہیم العراقی، التفسیر والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح (المدینۃ المنورۃ: دارالکتب السلفیہ، ط 1، 1389ھ، 1969ء، تحقیق: عبدالرحمن محمد عثمان، النوع الثانی: معرفۃ الحسن من الحدیث)، 153۔

<sup>4</sup> علامہ نووی کا پورا نام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی دمشقی ہے۔ بہت بڑے محدث اور فقہائے شافعیہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ تقویٰ اور ورع میں اپنے ہم عصر علماء پر فوقیت رکھتے تھے۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ان کی معروف ترین تصانیف میں سے شرح صحیح مسلم، ریاض الصالحین شامل ہیں۔ 631ھ میں پیدا ہوئے اور 676ھ میں تقریباً 37 سال کی عمر میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: سیوطی، طبقات الحفاظ، ص 506۔

<sup>5</sup> حافظ ابن الصلاح شیخ الاسلام کے لقب سے جانے جاتے تھے، ان کا پورا نام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن المفتی صلاح الدین عبدالرحمان بن عثمان بن موسیٰ الکردی الشہر زوری الموصلی الشافعی ہے۔ ان کی تصانیف میں علوم الحدیث اہل علم کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص رعب اور جلال عطا کیا گیا تھا۔ تکلم میں فصاحت و بلاغت میں ایک باکمال شخص تھے۔ 643ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ذہبی، سیر اعلام النبلاء ج 23 ص 143، 140۔

<sup>6</sup> ان کا پورا نام ابوالفضل، احمد بن علی بن محمد الکنانی، العسقلانی ہے۔ حدیث کا کوئی طالب علم ایسا نہیں جو ان کے نام اور کام سے واقف نہ ہو، علم حدیث میں مہارت کے ساتھ شعر و ادب اور دیگر علوم و فنون میں بھی کامل دسترس تھی۔ درس و تدریس، تالیف و تصنیف سے بھی گہرا شغف تھا مزید برآں شعبہ قضا سے بھی منسلک رہے۔ علمائے حدیث ان کے قوتِ حافظہ، ثقاہت، علوم حدیث میں معرفتِ تامہ اور علم میں پختگی اور گہرائی کے معترف رہے ہیں۔ 856ھ میں وفات پائی۔ ان کی معروف ترین تصانیف میں سے تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب اور فتح الباری شرح صحیح البخاری وغیرہ شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو: حافظ سخاوی، الضوء اللامع (بیروت: دار الجلیل، ط 1412ھ) ج 2 ص 36۔

مصنف سکوت فرمائیں اس روایت کا کوئی شاہد اور مونیہ تلاش کیا جائے۔ اگر کوئی شاہد اور مونیہ مل جاتا ہے تو وہ حجت ہوگی ورنہ قابل توقف۔ حافظ ابن حجر (م 856ھ) نے اپنے اس قول کی وجہ بیان کی ہے کہ مصنف نے اپنے اس رسالے میں جو انہوں اہل مکہ کے نام لکھا تھا، تحریر فرمایا ہے: "وما فیہ وھن شدید بینتہ" یعنی جس روایت میں شدید ضعف ہوتا ہے تو میں اس کو بتلا دیتا ہوں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ جہاں پر وہ بن غیر شدید ہوتا ہے اس کو نہیں بیان فرماتے، بلکہ وہاں سکوت فرما جاتے ہیں۔ جب یہ صورت حال ہے تو پھر ماسکت عنہ ابوداؤد کو مطلقاً کیونکر حجت مان لیا جائے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی روایت کی سند میں کوئی ضعیف راوی ہوتا ہے مگر اس کے باوجود مصنف سکوت فرما جاتے ہیں، جیسے عبد اللہ بن لہیعہ اور صالح مولی التوامہ وغیرہ، نیز بعض دفعہ کسی ضعیف راوی کی بناء پر اس روایت پر تو کلام فرما جاتے ہیں پھر دوسری جگہ جب وہ راوی آتا ہے تو ماسکت پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر کلام نہیں فرماتے، لیکن دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ مصنف اس پر سکوت فرما رہے ہیں<sup>7</sup>۔ غرض یہ کہ ان تمام وجوہ کا منقضی حافظ ابن حجر (م 852ھ) نے یہ نکالا ہے کہ ماسکت عنہ ابوداؤد کا حکم توقف ہے، کہ جب تک اس کا شاہد اور مونیہ نہ ملے اس وقت تک اسے قابل استدلال اور حجت نہ مانا جائے۔

ایک اور قول جو "الدر المنضود"<sup>8</sup> میں منقول ہے وہ یہ کہ ماسکت عنہ ابوداؤد میں علامہ منذری<sup>9</sup> (م 656ھ) کو دیکھنا چاہیے<sup>10</sup>، اگر وہ بھی سکوت کریں تو وہ روایت قابل استدلال ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں

<sup>7</sup> محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسنی الصنعانی، توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط 1، 1417ھ، تحقیق: ابو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عویضہ، مسئلہ: 14 فی بیان شرط ابی داؤد)، ص 178۔ نیز "ماسکت عنہ ابوداؤد" کے بارے میں مفصل کلام ملاحظہ ہو: علامہ زرکشی (م 794ھ) کی "الکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، ص 338، فائدہ: 84 (قولہ) ومن مظانہ۔ اسی طرح "التقید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح، النوع الثانی: معرفۃ الحسن من الحدیث، ص 53۔ اسی طرح حافظ ابن حجر کی "الکت علی کتاب ابن الصلاح" الفصل الثانی فی تنکیت الحافظ ابن حجر علی شیخہ العراقی، ص 145/1۔ اسی طرح علامہ طاہر بن صالح الجزائری (م 1338ھ) کی "توجیہ النظر الی اصول الاثر" فی بیان الکتب التی یحتدی بھا الی معرفۃ، ص 168 جو کہ المکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب سے استاذ عبد الفتاح ابو غدہ کی تحقیق سے 1416ھ بمطابق 1995ء میں شائع ہو چکی ہے۔ ماسکت عنہ ابوداؤد کے بارے میں مختصر مگر جامع بحث ملاحظہ ہو: ابویاسر محمد بن مطر بن عثمان آل مطر الزهرانی، تدوین السنۃ النبویہ، نشاۃ و تطورہ من القرن الاول الی نہایہ القرن التاسع الهجری (الریاض، دار الحجرة للنشر والتوزیع، ط 1، 1417ھ، 1996ء، ثالثاً: سنن ابی داؤد السجستانی، 1/134۔

<sup>8</sup> "الدر المنضود علی سنن ابی داؤد" مولانا محمد عاقل کے افادات درسیہ کا مجموعہ ہے، اس کا زیادہ تر ماخذ بذل المجہود ہے، اس کے علاوہ جو مضامین ہیں وہ یا تو مولانا زکریا کے افادات ہیں یا مولانا اسعد اللہ کے، جن سے صاحب کتاب نے در سانسنن ابی داؤد پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ اس کتاب سے مقصود بذل المجہود کی مشکل مباحث کو اردو زبان میں سہل انداز سے پیش کرنا تھا تاکہ طلبہ و مدرسین کے

مصنف نے سکوت فرمایا ہے لیکن علامہ منذری (م 656ھ) نے کلام کیا ہے۔<sup>11</sup> لیکن علامہ تقی الدین ندوی نے مقدمہ بذل میں اس بات پر مزید روشنی ڈالی ہے کہ موخر الذکر بات بھی کوئی وزنی معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بسا اوقات جس حدیث کے بارے مصنف سکوت فرماتے ہیں اس پر علامہ منذری بھی خاموشی کا اظہار فرمادیتے ہیں حالانکہ اگر دیکھا جائے تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ مثلاً امام ابوداؤد نے اپنی سنن کے کتاب الطہارۃ کے باب کراہیۃ استقبال القبلة عند قضاء الحاجة میں ایک روایت نقل فرمائی ہے: "روایت ابن عمر اناخ واصلتہ"<sup>12</sup> اب اس حدیث پر امام موصوف نے سکوت فرمایا ہے۔ مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں کہ اس مقام پر علامہ شوکانی (م 1250ھ) لکھتے ہیں: اخرجہ ابوداؤد وسکت عنہ، وقد صبح عنہ انه لا یسکت الا عن ما ہو صالح

لیے افادہ و استفادہ آسان ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب کتاب نے ابتداء میں اس کتاب کا نام "تیسرے الوصول الی بذل المجهود" تجویز کیا تھا لیکن چند وجوہات کی وجہ سے یہ نام نہ رکھ سکے۔ ڈاکٹر تقی الدین ندوی اس کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں: "بذل المجهود میں بعض مقامات پر بہت ہی دقیق بحثیں اور مشکل مسائل آگئے ہیں، ضرورت تھی کہ کوئی ایسا فاضل جس کو حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے علوم سے پوری مناسبت ہو، اور سنن ابی داؤد کو متعدد بار پڑھا بھی چکا ہو، اس کی باریکیوں سے واقف ہو، وہ بذل کا اردو زبان میں شگفتہ اور سادہ اسلوب میں تلخیص تیار کر دے تاکہ طلبہ و مدرسین اور مباحثین و مصنفین کے لیے ان مباحث کا سمجھنا آسان ہو جائے۔" یہ کتاب صرف "کتاب القضاء" ہی لکھی جاسکتی ہے جو پانچ جلدوں میں مکتبہ خلیلیہ محلہ مفتی، سہارنپور یوپی سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

<sup>9</sup> ان کا پورا نام ابو بکر محمد بن الحافظ زکی الدین، عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری ہے، 581ھ میں پیدا ہوئے، ان کی تصانیف میں سے معروف ترین "الترغیب والترہیب" ہے، مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: ذہبی، نیش الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ط 9، 1413ھ، تحقیق: شعیب الارناؤط و آخرین)، 218، 219/33۔ اسی طرح مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ چلبی، کشف الظنون عن اسمی الکتب والفنون (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط 1413ھ)، 554/1۔

<sup>10</sup> علامہ منذری (م 656ھ) نے سنن ابوداؤد کی دو شروحات لکھی ہیں، ایک کا نام "الحد المورود فی حواشی سنن ابی داؤد" جس کا تذکرہ فواد سیزگین نے تاریخ التراث ص 236 پر کیا ہے، لیکن یہ کتاب چھپ نہیں سکی، اس کے مخطوط نسخے ہی کی طرف فواد سیزگین نے اشارہ کیا ہے۔ جب کہ دوسری شرح کا نام "شرح مختصر سنن ابی داؤد" ہے، جو مختصر مگر جامع ہے۔ اس شرح کے بارے میں حافظ ابن تیم (751ھ) نے اپنی کتاب "تہذیب سنن ابی داؤد" میں جو کہ سنن ابوداؤد کی شرح ہے، کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "علامہ منذری نے سنن ابی داؤد کی ایسی مختصر اور جامع شرح لکھی ہے جس میں جہاں حشو و زوائد سے بے اعتنائی برتی ہے تو وہیں احادیث کی جانچ پڑتال اور خفیہ علل تک بھی رسائی حاصل کرتے ہوئے ان کی وضاحت کی ہے۔" ابن تیم، تہذیب سنن ابی داؤد، 9/1۔

<sup>11</sup> مولانا محمد عاقل، الدر المنضود علی شرح سنن ابی داؤد (سہارنپور: مکتبہ خلیلیہ محلہ مفتی، یوپی، س۔ن) 51، 52/1۔

<sup>12</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب کراہیۃ استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، رقم الحدیث: 11۔

للاحتجاج، وكذلك سكت عنه المنذرى، ولم يتكلم عليه في تخريج السنن، وذكره الحافظ ابن حجر في التلخيص ولم يتكلم عليه بشيء<sup>13</sup> اس حدیث کی تخریج امام ابوداؤد نے کی ہے لیکن اس پر کوئی حکم نہیں لگایا، محدثین کا اصول ہے کہ امام ابوداؤد جہاں کہیں سکوت اختیار کرتے ہیں وہ حدیث صالح للاحتجاج ضرور ہوتی ہے۔ جب ہم نے علامہ منذری (م 656ھ) کی رائے معلوم کرنا چاہی، تو وہ بھی خاموش نظر آئے، اس پر مستزاد یہ کہ جب حافظ ابن حجر کی رائے معلوم کرنا چاہی تو انہوں نے اس کو حسن قرار دیا۔ جب کہ حقیقت حال یہ ہے اس حدیث میں ایک راوی ہے جس کا نام حسن بن ذکوان ہے جسے بہت سارے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس لئے ماسکت عنہ ابوداؤد کے بارے میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ "مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں:

قلت : سكوت المحدثين عليه وقول الحافظ : اسناده حسن ، عجيب ، فان حسن بن ذكوان راوى الحديث ضعفه كثير من المحدثين ، فكيف يصلح للاحتجاج به ، فقد قال ابن معين وابو حاتم : ضعيف ، وقال ابو حاتم والنسائي ايضا: ليس بالقوى ، قال يحيى بن معين: صاحب الاوابد، منكر الحديث، وقال ابن ابى الدنيا: ليس عندى بالقوى ، وقال الامام احمد : احاديثه باطيل ، وقال عمرو بن على: كان يحيى يحدث عنه ، وما رايت عبد الرحمن حدث عنه قط<sup>14</sup> "میں کہتا ہوں کہ محدثین کا اس حدیث پر سکوت اور پھر حافظ ابن حجر جیسی شخصیت کا اسنادہ حسن کہنا، انتہائی عجیب معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ حدیث مذکور کی سند میں حسن بن ذکوان کا تذکرہ آتا ہے، جنہیں اکثر محدثین ضعیف کہتے ہیں، اس کے باوجود یہ حدیث کیونکر حسن ہو سکتی ہے؟ ابن معین نے حسن بن ذکوان کے بارے میں کہا کہ وہ ضعیف ہے، ابو حاتم اور امام نسائی نے فرمایا: مضبوط راوی نہیں، یحییٰ بن معین نے فرمایا: منکر الحدیث اور صاحب الاوابد ہے، ابن ابی دنیا نے کہا: میرے نزدیک وہ مضبوط راوی نہیں، امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اس کی تمام احادیث باطل ہیں، عمرو بن علی نے کہا: یحییٰ تو اس سے روایت کرتے تھے لیکن میں عبدالرحمن کو ان سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

<sup>13</sup> مولانا خلیل احمد سہانپوری، بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ط 1، 1427ھ)، 201/1۔

<sup>14</sup> مولانا خلیل احمد سہانپوری، بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ط 1، 1427ھ)، 201/1۔

ضعیف<sup>15</sup>

بعض اوقات کسی حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں، کبھی ضعف کی وجہ بھی بتاتے ہیں اور کبھی نہیں بتاتے۔ اس کی مثال کتاب الادب کے باب فی الختان کی اس روایت سے ملتی ہے جو حضرت ام عطیہ انصاریہ سے مروی ہے<sup>16</sup>، جس کی سند یہ ہے:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْأَشْجَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ<sup>17</sup> اس حدیث کے بارے میں مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: وقد روى هذا الحديث مرسلًا، والمرسل رواه الحاكم في المستدرک وغيره، قال ابوداؤد: محمد بن حسان مجهول، وهذا الحديث ضعیف، والاحادیث التي رويت في ختان المرأة بطرق مختلفة كلها ضعيفة لا يحتج بها۔<sup>18</sup>

<sup>15</sup> حدیث ضعیف کی تعریف حافظ ابن صلاح نے یوں کی ہے: كُلُّ حَدِيثٍ لَمْ يَجْتَمِعْ فِيهِ صِفَاتُ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ، وَلَا صِفَاتُ الْحَدِيثِ الْحَسَنِ الْمَذْكُورَاتِ فِيمَا تَقَدَّمَ، فَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ. "ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حسن کی شرائط نہ پائی جائیں، اسے حدیث ضعیف کہا جاتا ہے: (ابو عمرو عثمان بن صلاح الدین عبد الرحمن الشہرزی، علوم الحدیث لابن الصلاح، المعروف مقدمہ ابن الصلاح (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ط 1974ء، تحقیق: د۔ عائشہ عبد الرحمن بنت الشاطی، النوع التاسع والعشرون، معرفۃ الاسناد)، 41/1۔ اسی طرح حافظ شیخ احمد شاکر، ابن کثیر اور دیگر محدثین کے نزدیک بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ہی تعریف مذکور ہے: قال: وهو ما لم يجتمع فيه صفات الصحيح، ولا صفات الحسن المذكورة كما تقدم (شیخ احمد شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث (مصر: مکتبۃ دار التراث، الطبعة الثالثة 1399ھ، 1979ء)، 20/1۔

<sup>16</sup> پوری روایت یوں ہے: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْأَشْجَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَنْهَكِي فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْظَى لِلْمَرْأَةِ، وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زُوي عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الختان، رقم الحدیث: 5271۔)

<sup>17</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الختان، رقم الحدیث: 5271۔

<sup>18</sup> سہارنپوری، بذل المجہود، ج 13/659۔

مذکورہ روایت مرسل بھی روایت کی گئی ہے، اور اسے امام حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے، امام ابوداؤد نے اس روایت کے بارے میں خود ہی فرمایا ہے کہ اس حدیث میں آنے والا راوی محمد بن حسان مجہول الحال ہے، اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ عورت کے ختنہ کے حوالے سے جتنی بھی روایات منقول ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں، وہ قابل حجت نہیں۔ مولانا سہارنپوری نے اس حدیث کے مرسل ہونے کا جہاں ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ امام حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے تو مناسب یہی تھا کہ اس سند اور متن کو بھی ذکر کر دیتے<sup>19</sup>۔ اور کبھی کسی حدیث کو ضعیف قرار دے کر کوئی خاص وجہ نہیں بتاتے۔ اس کی مثال کتاب الادب کے باب: الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك کی اس روایت سے ملتی ہے جس کے راوی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي الْعَدْبَسِ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصَا فَقَمْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ: «لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ، يُعَظَّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا»<sup>20</sup>

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ لاٹھی پر سہارا لگاتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم تعظیم کی خاطر کھڑے ہو گئے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم غمی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہو کرو کہ تمہارا بعض بعض کی تعظیم کر رہا ہو۔

مولانا سہارنپوری نے امام طبرانی کی تقریر کو ذکر کرتے ہوئے مذکورہ حدیث پر حکم لگایا ہے: قال الطبرانی: هذا الحديث ضعيف مضطرب السند، فيه من لا يعرف، وكذا في مرقاة الصعود<sup>21</sup> "امام طبرانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے، اس کی سند میں ایسا راوی ہے جو مجہول الحال ہے، جسے کوئی محدث بھی نہیں پہچانتا، مرقاة الصعود میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔" مذکورہ مقام میں حدیث کے ضعف کو تو بیان کر دیا گیا

<sup>19</sup> امام حاکم نے اپنی مستدرک میں یہ روایت یوں نقل کی ہے: مَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ الْقَفِيهِ بِبَعْدَادَ، فَنَا هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ الرَّقِّيُّ، فَنَا أَبِي، فَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَنَسَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الصَّحَّاحِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كَانَتْ بِالْمَدِينَةِ امْرَأَةٌ تَخْفِضُ النِّسَاءَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ عَطِيَّةَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اُخْفِضِي وَلَا تَنْهَيْي، فَإِنَّهُ أَنْضَرُ لِلْوَجْهِ وَأَخْطَى عِنْدَ الرَّوْجِ (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ط 1، 1411ھ، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، ذکر صحاح بن قیس الاکبر)، 603/3۔

<sup>20</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب: الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك، رقم الحدیث: 5230۔

<sup>21</sup> سہارنپوری، بذل المجهود، 616/13۔

لیکن یہ ضعف کس راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے؟ یا سند میں کی قسم کا اضطراب ہے؟ اس کی وضاحت نہ تو امام طبرانی نے کی ہے اور نہ ہی صاحبِ مرقاۃ الصعود نے، اور نہ ہی مولانا سہارنپوری نے۔ سند کے اضطراب یا راوی کے مجہول الحال ہونے کی وضاحت ہو جاتی تو مقام کا سمجھنا آسان ہو جاتا۔<sup>22</sup>

اسی طرح بعض اوقات امام ابوداؤد خود اس روایت پر کوئی حکم لگاتے ہیں لیکن اس کی وجہ نہیں بتاتے، مولانا سہارنپوری اس کی وجہ ذکر کر دیتے ہیں: اس کی مثال کتاب النکاح کے باب فی نکاح العبد بغیر اذن مولیہ کی اس روایت سے ملتی ہے جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو فُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ<sup>23</sup> نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی غلام اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ اس حدیث پر امام ابوداؤد نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے لیکن وجہ کا ذکر نہیں کیا، مولانا سہارنپوری اس ضعف کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لان فی سندہ عبد اللہ بن عمر العمری وهو ضعیف<sup>24</sup> "یہ حدیث اس لیے ضعیف ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہیں عبد اللہ بن عمر العمری ہیں، اور وہ ضعیف ہیں۔"

مسند<sup>25</sup> اور مرسل ہونے میں اختلاف پر دلائل سے مرسل کو ترجیح

<sup>22</sup> مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق حافظ ابن حجر عسقلانی (م 856ھ) نے بھی علامہ طبری (م 310ھ) کے حوالے سے فتح الباری میں انہی الفاظ کے ساتھ حکم لگایا ہے: وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّفًا عَلَى عَصَا فَعَمْنَا لَهُ فَقَالَ لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ وَأَجَابَ عَنْهُ الطَّبْرِيُّ بِأَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ مُضْطَرِبٌ السَّنَدِ فِيهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ (ابو الفضل احمد بن علی عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری) بیروت: دار المعرفه، ط 1379ھ، تحقیق: محمد فواد ومج الدين الخطيب)، 49، 50/11۔

<sup>23</sup> سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب: فی نکاح العبد بغیر اذن مولیہ، رقم الحدیث: 2079۔

<sup>24</sup> سہارنپوری، بذل المجہود، 648/7۔

<sup>25</sup> مسند کی تعریف میں شیخ احمد شاکر نے حافظ ابن کثیر (م 774ھ) سے تین قول نقل کیے ہیں: قال الحاكم: هو ما اتصل إسناده إلى رسول الله ﷺ. وقال الخطيب: هو ما اتصل إلى منتهاه. وحكي ابن عبد البر: أنه المروي عن رسول الله ﷺ، وسواء كان متصلاً أو منقطعاً. فهذه أقوال ثلاثة. امام حاکم (م 405ھ) کے نزدیک مسند وہ حدیث ہے جس کی سند نبی کریم ﷺ تک متصل ہو۔ خطیب بغدادی (م 463ھ) کے نزدیک جس کی سند آخر تک متصل ہو اسے مسند کہتے ہیں، جب کہ حافظ ابن عبد البر نے مسند کی تعریف یوں کی ہے: جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو وہ مسند ہے، چاہے وہ متصل ہو یا منقطع۔ ملاحظہ ہو: شیخ احمد شاکر، الباعث الخشيث، 1/1۔ 20۔

امام ابوداؤد کی عادت ہے کبھی کبھی کسی حدیث کے مختلف طرق کا بھی ذکر کر دیتے ہیں، ان کی بھی اغراض ہوتی ہیں، مولانا سہارنپوری ایسے مواقع پر امام ابوداؤد کی غرض کو بھی واضح کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان اسناد کے ذریعے روایت شدہ حدیث پر حکم بھی لگا دیتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الطلاق کے باب فی الظہار کی اس روایت سے ملتی ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں: **كَتَبَ إِلَيَّ الْحُسَيْنُ بْنُ حَزِيثٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ<sup>26</sup> اس حدیث کے بارے میں مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: وهذا الحديث مسند، وغرض المصنف بذكر هذا الحديث: ان هذا الحديث مختلف في ارساله واسناده، فذكر اولاً ارساله بطرق مختلفة، ثم اخرج مسنداً بطريق واحد، ليستدل على رجحان كونه مرسلًا على كونه مسنداً، واخرج هذا الحديث النسائي في مجتباہ بهذا الطريق مسنداً، ثم اخرج هذا الحديث من طريق عبد الرزاق عن معمر عن الحكم بن ابان مرسلًا، فاختلف عن معمر في الارسال و الاسناد.<sup>27</sup> " یہ حدیث مسند ہے، اور مصنف کی غرض اس طریق کو ذکر کرنے سے یہ ہے کہ یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے، جن میں سے اکثر تو مرسل ہیں، اور ایک طریق مسند کا ہے۔ مصنف نے پہلے مرسل کے مختلف طرق کا تذکرہ کیا اور آخر میں مسند طریق کا بھی ذکر کر دیا تاکہ معلوم ہو جائے ان کے نزدیک مرسل والے طرق راجح ہیں نہ کہ مسند والا طریق۔ امام نسائی نے بھی اسی حدیث کو دو مختلف طرق سے ذکر کیا ہے ایک میں مرسل اور ایک میں مسند، لیکن ان کے طرز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرسل اور مسند ہونے کا اختلاف جس راوی سے شروع ہوتا ہے۔ اور وہ معمر ہیں۔ غرض خلاصہ یہ کہ مولانا سہارنپوری نے مصنف کی غرض کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے مختلف طرق کا تذکرہ کر کے اس نکتہ کی نشاندہی کی ہے جہاں پر پہنچ کر یہ روایت مرسل یا مسند بن جاتی ہے، اور وہ راوی معمر ہیں جن سے مرسل اور مسند ہونے کا اختلاف شروع ہوتا ہے۔"**

علامہ خطابی کا حدیث پر مرسل ہونے کا حکم اور مولانا سہارنپوری کا رد

شرح حدیث کے دوران مولانا سہارنپوری نے اپنے پیش رو شارحین کو بھی مد نظر رکھا ہے، اگر کسی شارح سے کسی مقام پر کوئی تسامح ہو تو مولانا نے اسے ذکر کر کے دلائل کے ساتھ اس کی تصحیح کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مقالہ نگار کی نظر میں مولانا سہارنپوری کا یہ طرز ان کی شرح کا ایک امتیازی وصف ہے، جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں بھی کیا ہے<sup>28</sup>۔ اسی سلسلے میں علامہ خطابی (م 388ھ) سے کسی حدیث پر حکم لگانے میں تسامح ہوا جسے مولانا سہارنپوری

<sup>26</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الظہار، رقم الحدیث: 2227۔

<sup>27</sup> سہارنپوری، بذل المجہود، 251/8۔

<sup>28</sup> ومنها: انی فی بعض المواضع انبه علی ما وقع فیہ التسماع من شارحی ابی داؤد لئلا یقع الطالب فی الغلط اعتماداً علیہ، مع انی ما ابرئ نفسی عن الخطاء والسهو، ولا اقول هذا اعجاباً وفخراً، بل الغرض منه اظهار الحق والصواب،

نے دلائل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اس کی مثال کتاب الاجارۃ کے باب: فیمن احیا حسیرا کی اس روایت سے ملتی ہے جسے حضرت شعبی نے روایت کیا ہے: عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَقَالَ عَنْ أَبَانَ: أَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا أَنْ يَغْلِبُوهَا فَسَيِّبُوهَا، فَأَخَذَهَا فَأَحْيَاهَا فَهِيَ لَهُ<sup>29</sup> ” رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو کوئی ایسی سواری یا ایسا جانور ملا، جس کو چارہ ڈالنے سے اس کا مالک عاجز آچکا تھا، اس وجہ سے اس نے اسے چھوڑ دیا، سو جس شخص نے اسے پکڑ لیا، پھر اسے چارہ وغیرہ دے کر زندہ رکھا تو وہ جانور اسی کا ہوگا۔“ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارنپوری نے علامہ خطابی کی تقریر ذکر کی ہے: قال الخطابي: وهذا الحديث مرسل، وذهب أكثر الفقهاء إلى أن ملكها لم يزل عن صاحبها بالعجز عنها وسبيلها سبيل اللقطة، فإن جاء بها وجب على واجدها رد ذلك عليه<sup>30</sup> ” علامہ خطابی (م 388ھ) فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے، اور اکثر فقہاء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اس جانور کی ملکیت اصل مالک ہی کی رہے گی۔ اگرچہ اس کا مالک اس کو چارہ ڈالنے سے عاجز آچکا ہے، لیکن اس کا حکم لقطہ کے حکم کی طرح ہوگا کہ اگر جانور کا اصل مالک آگیا اور اس نے اپنے جانور کا مطالبہ کیا تو اس کا لوٹانا واجب ہوگا۔ اس تفصیل کے بعد مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں:

قلت: قوله: وهذا الحديث مرسل، عجيب من مثله، فإن المرسل هو الحديث الذي قال التابعي فيه: قال رسول الله ﷺ ولم يذكر الصحابي، فاما هذا الحديث فقد ذكر فيه رواية عن غير واحد من اصحاب النبي ﷺ فهو مسند، وابهام اسمائهم لا يجعله مرسلا<sup>31</sup>.

میں کہتا ہوں کہ علامہ خطابی جیسے جلیل القدر محدث کا اس حدیث کو مرسل قرار دینا، بہت زیادہ عجیب ہے، اس لیے کہ حدیث مرسل تو وہ ہوتی ہے، جس میں کوئی تابعی کسی صحابی کا واسطہ ذکر کیے بغیر کہہ دے: قال رسول اللہ ﷺ۔ بہر حال حدیث مذکور

والله ولي التوفيق وبيده ازمة التحقيق "میں نے اپنی اس کتاب میں سابقہ شارحین کی طرف سے واقع ہونے والے تسامحات پر بھی متنبہ کیا ہے۔ اس میں مقصود کوئی فخر و عجب نہیں، امر واقعہ کا اظہار ہے۔ سب سے بڑھ کر اس سے مقصود، حدیث کے طلبہ کو غلطیوں میں پڑ جانے سے بچانا ہے۔ اگرچہ راقم خود بھی غلطی سے مبرا نہیں اور اللہ ہی توفیق دیتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں تحقیق کی لگا میں ہیں" مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مقدمہ بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد (بیروت: دارالبشائر الاسلامیہ

ط، 1، 1426، 1، 2006ء) 159/1۔

<sup>29</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ، باب: فیمن احیا حسیرا، رقم الحدیث: 3524۔

<sup>30</sup> سہارنپوری، بذل المجهود، 251/11۔

<sup>31</sup> سہارنپوری، بذل المجهود، 252/11۔

اگرچہ اس مقام پر تو صحابی کے نام سے خالی ہے، لیکن یہی روایت دیگر مقامات پر کئی صحابہ سے مروی ہے، لہذا یہ مسند ہے نہ کہ مرسل۔ اور واضح رہے کہ صحابہ کے نام کے ابہام کی وجہ سے اسے مرسل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

مقالہ نگار کی رائے میں مولانا سہارنپوری کا واقع تبصرہ اپنی جگہ، لیکن اس مقام پر وہ منہج نہیں اپنایا، جو وہ اسی طرح کے مقامات پر اپنی کتاب میں اپناتے ہیں، یعنی حدیث کے طرق کا استقصاء بھی کرتے ہیں جو اس جگہ نظر نہیں آیا، اگر حدیث مذکور کے دیگر طرق کو بھی ذکر کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔<sup>32</sup>

ایک ہی حدیث کے دو مختلف طرق پر متصل اور منقطع ہونے کا حکم

بسا اوقات ایک ہی حدیث دو مختلف طرق سے روایت کی گئی ہوتی ہے، جس کی طرف امام ابوداؤد اشارہ کرتے ہیں، مولانا سہارنپوری ان دونوں روایات کی تحقیق کے بعد حکم لگاتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الطہارۃ کے باب الوضوء فی آئینہ الصفر کی اس روایت سے ملتی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَادٌ، أَخْبَرَنِي صَاحِبُ لِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْدٍ مِنْ شَبَهٍ»<sup>33</sup> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ ﷺ بیتل کے برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ اس حدیث کی سند میں عن ہشام بن عروۃ ان عائشہ کے الفاظ ہیں۔ امام ابوداؤد نے اس کے بعد ایک اور سند ذکر کی ہے: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ<sup>34</sup> اس حدیث کی سند میں ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں۔ مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: والغرض من ایراد هذا السند واعادته بيان ان الحديث مخرج بطريقين: منقطع ومتصل، ولكن في كلا

<sup>32</sup> مولانا سہارنپوری کی بات کی تصدیق کتب حدیث اور فقہ کی عبارات سے ہوتی ہے: رَوَى الشَّعْبِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا، فَسَبَّوْهَا، فَأَخَذَهَا، فَأَخْيَاهَا، فَهِيَ لَهُ». قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَمِيدٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: فَقُلْتُ - يَغْيِي لِلشَّعْبِيِّ -: مَنْ حَدَّثَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: عَيْزٌ وَاحِدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامة المغنی، المغنی (قاہرہ: المكتبة القاہرہ، س ن) 110/6۔ عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامة الحنبلی، الشرح الکبیر علی متن المتق (بیروت: دار الکتب العربی للنشر والتوزیع، س ن)، 325/6۔ منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدريس البهوتی، کشف القناع عن متن الاقناع (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط 1، 1414ھ)، 104/4۔

<sup>33</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من آئینہ الصفر، رقم الحدیث: 98۔

<sup>34</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من آئینہ الصفر، رقم الحدیث: 99۔

طریقہ راو مجهول، فسند حدیث موسیٰ بن اسماعیل منقطع، لان ہشام بن عروہ لم یدرک عائشہ رضی اللہ عنہا، وسند حدیث مجد بن العلاء متصل، لانه ذکر فیہ عروہ بین ہشام وعائشہ رضی اللہ عنہا<sup>35</sup> امام ابوداؤد نے ایک ہی روایت کی دو مختلف اسناد کا ذکر کیا ہے، ان کی غرض یہ بتانا ہے کہ مذکورہ حدیث دو مختلف طرق سے مروی ہے، ایک طریق کے اعتبار سے متصل اور ایک کے اعتبار سے منقطع ہے، لیکن ان دونوں طرق میں ایک راوی مجهول الحال ہے۔ پہلا طریق موسیٰ بن اسماعیل کا ہے جو کہ منقطع ہے، اس لیے کہ اس میں: عن ہشام بن عروہ ان عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں، یعنی حضرت ہشام بن عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں، اس لیے مذکورہ طریق سے روایت کی گئی حدیث منقطع ٹھہری۔ دوسرا طریق محمد بن العلاء کا ہے، جو کہ متصل ہے، کیونکہ اس میں ہشام اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عروہ کا واسطہ مذکور ہے۔ مولانا سہارنپوری نے حدیث کے دونوں طرق کا ذکر کر کے ان پر الگ الگ حکم لگایا ہے، لیکن درمیان کلام میں انہوں نے فرمایا: دونوں سندوں میں ایک راوی مجهول ہے، اس راوی کی تعیین نہیں کی گئی۔ اگر مجهول راوی کی تعیین کر دی جاتی جیسا کہ کتاب کے دیگر مقامات پر ان کا منسج رہا ہے تو بات مزید پختہ ہو جاتی۔

منقطع<sup>36</sup>

کبھی کبھی مولانا سہارنپوری حدیث پر منقطع ہونے کا حکم لگاتے ہیں، اس سلسلے میں کبھی تو وہ علامہ منذری (م 656ھ) کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور کبھی خاموشی اختیار کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ بات بھی علامہ منذری ہی کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ کتاب الطہارۃ کے باب کراہیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء کی روایت سے پتہ چلتا ہے: حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الزَّيْبِيُّ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنِي عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَزُوبَةَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِيُظْهِرَهُ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِيَخْلُؤَ، وَمَا كَانَ مِنْ أَدَى<sup>37</sup> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ طہارت اور کھانے اور دیگر افعال شریفہ کے لیے استعمال ہوتا تھا، اور بائیں ہاتھ استنجاء وغیرہ کرنے کے لیے اور ان کاموں کے لیے تھا جن سے طبیعت کراہت محسوس کرتی ہے۔ حدیث مذکور کی سند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابراہیم نخعی کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جب کہ امام ابوداؤد نے اس کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں ہے: عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ<sup>38</sup> مذکورہ سند میں ابراہیم نخعی اور حضرت عائشہ

<sup>35</sup> سہارنپوری، بذل المجهود، 1 ص 494۔

<sup>36</sup> محدثین کے ہاں حدیث منقطع کسے کہتے ہیں؟ اس کی تعریف آگے حاشیہ نمبر 41 پر آرہی ہے۔

<sup>37</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب کراہیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، رقم الحدیث: 33

<sup>38</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب کراہیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، رقم الحدیث: 34

رضی اللہ عنہا کے درمیان اسود بن یزید کا واسطہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: وهذه الرواية تدل على ان في الرواية المارة انقطاعا بين ابراهيم النخعي وبين عائشة -رضي الله عنها-<sup>39</sup> مذکورہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے پہلے والی روایت منقطع تھی کیونکہ ابراہیم نخعی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی راوی کا انقطاع ہے۔ مولانا سہارنپوری نے گو اس جگہ علامہ منذری کا قول نقل نہیں کیا، لیکن ان کا کہنا بھی یہی ہے کہ یہ روایت منقطع ہے، اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: منقطع، فان ابراهيم لم يسمع عن عائشة رضي الله عنها<sup>40</sup> یہ روایت منقطع ہے اس لیے کہ ابراہیم نخعی کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں۔ اس مقام پر مناسب یہ تھا کہ منقطع کی تعریف بھی ذکر کر دی جاتی<sup>41</sup>، جیسا کہ ایک مقام پر مولانا سہارنپوری نے مرسل کی تعریف اور اس کا حکم ذکر کیا ہے۔

<sup>39</sup> سہارنپوری، بذل الممود، 274/1۔

<sup>40</sup> منذری، مختصر سنن ابی داؤد، 34/1۔

<sup>41</sup> محدثین کے ہاں منقطع کی تعریف یہ ہے: أَنَّ الْمُرْسَلَ مَخْصُوصٌ بِالتَّابِعِ، وَأَنَّ الْمُنْقَطِعَ مِنْهُ الْإِسْنَادُ فِيهِ قَبْلَ الْوُصُولِ إِلَى التَّابِعِ رَاوٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الَّذِي فَوْقَهُ، وَالسَّاقِطُ بَيْنَهُمَا غَيْرُ مَذْكُورٍ، لَا مَعِيَّنًا وَلَا مُبْتَهَمًا، وَمِنْهُ: الْإِسْنَادُ الَّذِي ذُكِرَ فِيهِ بَعْضُ رُؤَاتِهِ بِلَفْظٍ مُبْتَهَمٍ نَحْوَ رَجُلٍ، أَوْ شَيْخٍ، أَوْ غَيْرِهِمَا "حدیث مرسل تو تابعی کے ساتھ ہی مخصوص ہے، جب کہ منقطع وہ روایت ہے جس میں تابعی سے پہلے کوئی راوی ایسا ہو جس کا سماع اپنے مافوق راوی سے ثابت نہ ہو، اور درمیان میں گراہواراوی مذکور نہ ہو، نہ معین طور پر اور نہ ہی مبہم طور پر۔ حدیث منقطع کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ سند جس میں کسی راوی کو مبہم لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو۔ جیسے رجل یا شیخ وغیرہ "ابن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، ج 1/ 57۔ وجمعه والمقاطع، وهو الموقوف على التابعي قولاً له أو فعلاً" "منقطع کی جمع مقاطع آتی ہے، اس حدیث کو کہا جاتا ہے جو کسی تابعی پر موقوف ہو، چاہے قولاً چاہے فعلاً۔ (ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی، التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر فی اصول الحدیث، بیروت: دارالکتب العربی، ط 1، 1405ھ، النوع العاشر: المنقطع)، ج 1/ 35۔ الکل انہی الفاظ کے ساتھ علامہ ابن کثیر (م 774ھ) نے بھی منقطع کی تعریف کی ہے۔ ملاحظہ ہو: شیخ احمد شاکر، الباعث الحثیث الی اختصار علوم الحدیث، المنقطع، 1 س 46۔

وفي الفرق بينه وبين المرسل مذاهب لأهل الحديث وغيرهم. فمنها ما سبق في نوع المرسل عن الحاكم صاحب كتاب معرفة أنواع علوم الحديث من أن المرسل مخصوص بالتابعي. وأن المنقطع: منه: الإسناد فيه قبل الوصول إلى التابعي راوٍ لم يسمع من الذي فوقه والساقط بينهما غير مذکور لا معيناً ولا مبهماً "امام حاکم نے حدیث مرسل اور منقطع میں بہت سارے فروق بیان کیے ہیں، مختصر یہ کہ حدیث مرسل تو تابعی کے ساتھ ہی مخصوص ہے، جب کہ منقطع وہ روایت ہے جس میں تابعی سے پہلے کوئی راوی ایسا ہو جس کا سماع اپنے مافوق راوی سے ثابت نہ ہو، اور درمیان میں گراہواراوی مذکور نہ ہو، نہ

متعدد اسانید ذکر کر کے حدیث پر منقطع ہونے کا حکم

بعض اوقات سنن ابی داؤد کی روایت منقطع ہوتی ہے لیکن امام ابوداؤد کی طرف سے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا گیا ہوتا، مولانا سہارنپوری اس انقطاع کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کی کسی دوسری کتاب کی روایات پیش کرتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الجہاد کے باب فی قتل الاسیر بالنبل کی اس روایت میں ملتی ہے<sup>42</sup> جس کے راوی حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں: قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «بِالنَّبْلِ صَبْرًا»، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ<sup>43</sup> مولانا سہارنپوری کی نظر میں یہ حدیث منقطع ہے، لیکن امام ابوداؤد نے اس پر کسی قسم کا کوئی حکم نہیں لگایا، لہذا حدیث مذکور کے منقطع ہونے پر دلیل کے طور پر مسند امام احمد کی تین روایات کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قلت اخراج الامام احمد في مسنده حديث ابى ايوب هذا بثلاث طرق:

اولها: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ،  
عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ تَعْلَى، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: " نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

معين طور پر اور نہ ہی مبہم طور پر۔ ملاحظہ ہو: ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسين بن عبد الرحمن بن ابی بکر بن ابراہیم العرانی، التثبيد والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح (المدینة المنورة: المكتبة السلفية، ط 1، 1407ھ، النوع العاشر: المنقطع)، 80/1۔ المنقطع. فالمشهور: أَنَّهُ مَا سَقَطَ مِنْ رِوَايَةِ رِأُو وَاحِدٍ غَيْرِ الصَّحَابِيِّ. وَحِكَى ابْنَ الصَّلَاحِ عَنِ الْحَاكِمِ وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ: أَنَّهُ مَا سَقَطَ مِنْهُ قَبْلَ الْوَصُولِ إِلَى التَّابِعِيِّ شَخْصًا وَاحِدًا، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ سَمِيَ: مَعْضَلًا. وَيَسْمَى أَيْضًا: مَنْقَطَعًا "منقطع کی معروف تعریف تو یہی ہے کہ جس کی سند سے صحابی سے پہلے کوئی ایک راوی گرا ہوا ہو۔ لیکن حافظ ابن صلاح نے امام حاکم سے ایک تعریف یہ بھی نقل کی ہے کہ وہ حدیث جس کی سند سے تابعی تک پہنچنے سے پہلے کوئی ایک راوی گرا ہوا ہو، اور اگر ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں تو اس حدیث کا نام معضل رکھا جاتا ہے۔" ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسين بن عبد الرحمن بن ابی بکر بن ابراہیم العرانی، شرح التبرئة والتذكرة الفیة العرانی (بیروت: دارالکتب العلمیة، ط 1، 1423ھ، المنقطع والمعضل)، 1 س 216۔

<sup>42</sup> پوری روایت کے الفاظ یہ ہیں: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَّجِّ، عَنِ ابْنِ تَعْلَى، قَالَ: عَزَّوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، «فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَغْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فُقْتِلُوا صَبْرًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «بِالنَّبْلِ صَبْرًا»، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَنْهَى عَنِ قَتْلِ الصَّبْرِ»، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل الاسیر بالنبل، رقم الحدیث: 2687۔)

<sup>43</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل الاسیر بالنبل، رقم الحدیث: 2687۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَبْرِ الدَّابَّةِ " قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: " لَوْ كَانَتْ لِي دَجَاجَةٌ مَا  
صَبَرْتُهَا. <sup>44</sup>

وثانيتها: حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ ابْنِ تَعْلَى، قَالَ: عَزَوْنَا مَعَ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَأُتِيَ بِأَزْبَعَةَ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ، فَأَمَرَ بِهِمْ فُقْتِلُوا صَبْرًا بِالنَّبْلِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا  
أَيُّوبَ <sup>45</sup>

وثالثها: حَدَّثَنِي عَتَّابٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهَيْعَةَ، حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَّجِ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ  
تَعْلَى حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ، يَقُولُ: " نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَبْرِ الدَّابَّةِ <sup>46</sup> فَثَبَتَ  
بهذه الاسانيد ان في سند ابى داؤد انقطاعا <sup>47</sup> ان تينوں اسانيد سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابوداؤد کی ذکر کردہ روایت  
میں انقطاع ہے۔"

معضل <sup>48</sup>

بعض اوقات مولانا سہارنپوری حدیث پر علامہ منذری کی تقریر سے حدیث پر معضل ہونے کا حکم لگاتے ہیں، لیکن اس پر  
اپنا تبصرہ نہیں کرتے۔ اس کی مثال کتاب الادب کے باب فی بر الوالدین کی اس روایت سے ملتی ہے <sup>49</sup> جس کے راوی  
حضرت عمر بن سائب ہیں: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ،  
أَنَّ عَمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا <sup>50</sup> حدیث مذکور پر حکم

<sup>44</sup> ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، المسند (بیروت: مؤسسة الرسالة، ط 2، 1420ھ، حدیث ابی ایوب الانصاری)، 3 / 38 / 560،  
رقم الحدیث: 23589۔

<sup>45</sup> احمد بن حنبل، المسند، حدیث ابی ایوب الانصاری، 3 / 561، رقم الحدیث: 23590

<sup>46</sup> احمد بن حنبل، المسند، حدیث ابی ایوب الانصاری، 3 / 591، رقم الحدیث: 23592

<sup>47</sup> سہارنپوری، بذل المجہود، 327/9۔

<sup>48</sup> معضل کی تعریف بھی حاشیہ نمبر 52 پر آرہی ہے۔

<sup>49</sup> پوری روایت کے الفاظ یہ ہیں: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ  
عَمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَأَقْبَلَ أَبُوهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ  
بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْآخَرَ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ  
أَخُوهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ» (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی بر  
الوالدین، رقم الحدیث: 5145۔

<sup>50</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، رقم الحدیث: 5145۔

لگاتے ہوئے لکھتے ہیں: قال المنذرى: هذا معضل، عمر بن السائب يروى عن التابعين<sup>51</sup> "علامہ منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معضل ہے اس لیے کہ عمر بن سائب تابعین سے روایت کرتے ہیں۔" مولانا سہارنپوری نے اس پر اپنا کوئی تبصرہ ذکر نہیں کیا، اور نہ ہی معضل کی تعریف بیان کی ہے، اگر معضل کی تعریف کا ذکر ہو جاتا تو زیادہ مناسب تھا۔<sup>52</sup>

<sup>51</sup> سہارنپوری، بذل المجهود، 533/13۔

<sup>52</sup> محدثین نے معضل کی تعریف یہ کی ہے: والمعضل: ما سقط من إسناده اثنان فصاعداً من أي موضع كان. سواء سقط الصحابي والتابعي، أو التابعي وتابعه، أو اثنان قبلهما، لكن بشرط أن يكون سقوطهما من موضع واحد. أما إذا سقط واحد من بين رجلين، ثم سقط من موضع آخر من الإسناد واحد آخر فهو منقطع في موضعين. "معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گئے ہوئے ہوں، برابر بات ہے کہ وہ تابعی اور صحابی ہوں یا تابعی اور تابع تابعی، یا ان سے پہلے والے دور راوی، لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا سقوط ایک ہی جگہ سے ہو، اگر سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گئے ہوئے ہوں لیکن ایک جگہ سے نہ ہوں بلکہ مختلف جگہوں سے گئے ہوئے ہوں تو اس روایت کو معضل نہیں کہا جاتا بلکہ وہ منقطع بن جاتی ہے۔" العرانی، شرح التبصرة، ج 1 س 216۔

النَّوعُ الْحَادِي عَشَرَ: الْمُعْضَلُ: هُوَ يَفْتَحُ الضَّادِ. يَقُولُونَ: أَعْضَلَهُ فَهُوَ مُعْضَلٌ وَهُوَ مَا سَقَطَ مِنْ إِسْنَادِهِ اثْنَانِ فَأَكْثَرُ، وَيُسَمَّى مُنْقَطِعًا، وَيُسَمَّى مُرْسَلًا عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَغَيْرِهِمْ كَمَا تَقَدَّمَ "معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گرجائیں، معضل کو منقطع بھی کہہ دیا جاتا ہے، البتہ فقہائے کرام کے نزدیک اس کا نام مرسل ہی ہے۔" جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی، تدریب الراوی شرح فی تقریب النوای، 241/1۔

والثاني: قوله: "وحكى الحاكم وغيره من أهل الحديث أنه" أي المنقطع "ما سقط منه قبل الوصول إلى التابعي شخص واحد وإن كان" الساقط "أكثر من واحد" اثنان فصاعدا وهي عبارة الزين "في موضع واحد سمي معضلا وإلا يكن" أكثر من واحد "فمنقطع في موضعين" هذا ظاهر العبارة وليس هذا المفاد هو المراد بل المراد وإلا يكن الساقط هو المتصف بأنه أكثر من واحد في موضع واحد بل كان في موضعين مختلفين مفترقين فهو منقطع في موضعين كما تدل له عبارة الزين فإنه قال: أما إذا سقط واحد من بين رجلين ثم سقط من موضع آخر من الإسناد واحد آخر فهو منقطع في موضعين ثم قال: ولم أجد في كلامهم إطلاق المعضل عليه وإذا كان الانقطاع بأكثر من اثنين قيل منقطع بثلاثة أو أربعة أو نحوهما. امام حاکم وغیرہ سے منقول ہے کہ منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند سے تابعی سے پہلے ایک شخص گرا ہوا ہو۔ اور معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گئے ہوئے ہوں، جیسا کہ زین کی عبارت کی وضاحت ہوتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا سقوط ایک ہی جگہ سے ہو، اگر سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گئے ہوئے ہوں لیکن ایک جگہ سے نہ ہوں بلکہ مختلف جگہوں سے گئے ہوئے ہوں تو اس روایت کو معضل نہیں کہا جاتا بلکہ وہ منقطع بن جاتی

## مختلف ائمہ کے اقوال سے حکم

بعض اوقات مولانا سہارنپوری<sup>53</sup> حدیث پر حکم لگاتے ہوئے مختلف ائمہ کے اقوال کو پیش کرتے ہیں، لیکن اپنا ذاتی رجحان یا ان میں سے کسی کی ترجیح کے حوالے سے کسی بات کا تذکرہ نہیں کرتے۔ اس کی مثال کتاب الصلاة کے باب الجمع بین الصلاتین کی اس روایت سے ملتی ہے<sup>53</sup> جس کے راوی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا اذْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَحْرَزَ الظُّهْرَ حَتَّى يَجْمَعَهَا إِلَى الْعَصْرِ<sup>54</sup>

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سورج کے ڈھلنے سے قبل کوچ کیا تو ظہر کی نماز کو اس طرح موخر کیا کہ اسے عصر کے نماز کے ساتھ ملا کر پڑھا۔"

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارنپوری نے حکم بھی لگایا ہے اور مختلف ائمہ کے اقوال کو پیش کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال في البدر المنير: ان للحفاظ في هذا الحديث خمسة اقوال: احدها: انه حسن غريب، قاله الترمذی۔ ثانیہا: انه محفوظ صحیح، قال ابن حبان۔ ثالثہا: انه منکر، قاله ابوداؤد۔ رابعہا: انه منقطع، قاله ابن حزم۔ خامسہا: انه موضوع، قاله الحاكم، واصل حدیث ابی طفیل فی حدیث مسلم، و ابو طفیل عدل ثقة مامون۔<sup>55</sup>

ہے۔" محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسینی الصنعانی المعروف امیر الصنعانی، توضیح الافکار المعانی تنقیح الانظار (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ط 1، 1417ھ، تحقیق: ابو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عویصہ، مسئلہ 31: فی بیان المنقطع والمعضل)، ج 1/291۔<sup>53</sup> پوری روایت یوں ہے: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا اذْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَحْرَزَ الظُّهْرَ حَتَّى يَجْمَعَهَا إِلَى الْعَصْرِ، فَيُصَلِّيهِمَا جَمِيعًا، وَإِذَا اذْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ، صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ سَارَ، وَكَانَ إِذَا اذْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، أَحْرَزَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَاءِ، وَإِذَا اذْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، عَجَّلَ الْعِشَاءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ يَزِدْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا قُتَيْبَةُ وَحَدَهُ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الجمع بین الصلاتین، رقم الحدیث: 1220)۔

<sup>54</sup> سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الجمع بین الصلاتین، رقم الحدیث: 1220۔

<sup>55</sup> سہارنپوری، بذل المجہود، 377/5۔

بدر المنیر میں ہے کہ اس حدیث کے بارے میں محدثین کے پانچ اقوال ہیں۔ اول: یہ حسن غریب ہے، یہ قول امام ترمذی کا ہے۔ دوم: یہ محفوظ صحیح ہے، یہ رائے ابن حبان کی ہے۔ سوم: یہ حدیث منکر ہے اس قول کے قائل امام ابو داؤد ہیں۔ چہارم: ابن حزم کے نزدیک مذکورہ حدیث منقطع ہے۔ پنجم: امام حاکم<sup>56</sup> نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ دراصل ابو طفیل کی حدیث صحیح مسلم میں ہے اور ابو طفیل عادل، ثقہ اور مامون ہے۔ مولانا سہارنپوری نے ائمہ کے اقوال کے ساتھ حدیث مذکورہ پر حکم لگایا ہے لیکن کسی کے قول پر نہ تو تبصرہ کیا ہے اور نہ ہی اپنے ذاتی رجحان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

### نتائج بحث

دین اسلام کے باقی ادیان پر غلبے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اس دین کے ماننے والوں نے جہاں اپنی الہامی کتاب کی حفاظت کی تو وہیں اپنے نبی کے حالات کو بھی اس انداز سے محفوظ کیا کہ ادیان عالم میں اس کی مثال عنقاء ہے۔ آپ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کی حفاظت تو ایک طرف، اہل اسلام نے آپ ﷺ کے اندازِ تکلم کو بعینہ محفوظ کر کے اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ پھر حدیث کے قبول و عدم قبول کے لیے ایسے کڑے اصول و ضوابط مقرر کر دیے جن کے ہوتے ہوئے ہر زمانے میں حدیث کی حیثیت کو پرکھا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں لکھی جانے والی کتب حدیث کے مصنفین نے جب ان کی تالیف کی تو ساتھ ساتھ احادیث کی حیثیت پر بھی کلام کیا۔ بعد میں جب ان کتب کی شروحات لکھی جانے لگیں تو شارحین نے بھی اپنی جستجو اور تحقیق کی، سابقہ محدثین کے لگائے گئے حکم کو من و عن تسلیم نہیں کیا بلکہ محدثین کے مقرر کردہ اصول و ضوابط کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے جہاں جہاں تسامحات نظر آئے ان کی نشاندہی بھی کی۔ مولانا سہارنپوری نے بھی بذل المجهود میں یہی طرز اپنایا ہے۔ زیر نظر موضوع کے حوالے سے بذل المجهود کے مطالعے سے حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- 1- مولانا سہارن پوری نے اپنی اس شرح میں یہ طرز اپنایا ہے کہ امام ابو داؤد نے اپنی تحقیق سے جن احادیث پر کوئی حکم لگایا، یا سکوت اختیار فرمایا، ان کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد اگر اس حدیث کو اسی طرح پایا جس طرح اس پر حکم لگایا گیا تھا تو اسے ذکر کر دیا، اور قرآن سے اس کے برخلاف کوئی حکم معلوم ہوا تو اسے دلائل سے منظر عام پر لے آئے۔
- 2- حدیث کی صحت کو جانچنے کے لیے اپنے پیش رو شارحین حدیث کی تقریر سے بھی استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں علامہ خطابی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور خاص طور پر علامہ منذری وغیرہ شامل ہیں، اور اگر ان سے بھی کوئی

<sup>56</sup> یاد رہے کہ ابن قیم نے زاد المعاد میں امام حاکم سے اسی طرح نقل کیا ہے لیکن دلائل کے ساتھ اسے رد بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (بیروت: مؤسسة الرسالة، ط 2، 1407ھ، تحقیق: شعیب الارنؤوط

تساح ہو جائے تو اسے بھی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ یہ وہ پہلو ہے جس سے کسی شارح کی علم حدیث میں دسترس اور اس کے فنان ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا سہارن پوری اس حوالے سے انتہائی محتاط اور بلیغ النظر معلوم ہوتے ہیں۔

3- ایک بات جس کی تشنگی محسوس کی گئی کہ بعض مقامات پر انتہائی اختصار کے ساتھ وضاحت کی گئی حالانکہ مقام زیادہ تفصیل کا تھا۔

4- اسی طرح جہاں احادیث پر مرسل، ضعیف، منقطع اور معضل وغیرہ کا حکم لگایا گیا تو ان اصطلاحات کی تعریف نہیں کی گئی، اگر تعریف بھی کردی جاتی تو قاری کے لیے زیادہ سہولت رہتی، جیسا کہ ایک مقام پر مرسل کی تعریف اور اس کے حکم کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

5- واضح رہے کہ مرسل، منقطع وغیرہ اصطلاحات کی تعریف و توضیح میں اصولیین اور محدثین کا اختلاف ہے، جس سے حدیث کا ایک عام طالب علم ناواقف ہوتا ہے، مولانا سہارن پوری کسی جگہ اس کی وضاحت کردیتے تو قاری کے لیے دلچسپی کا باعث ہوتا۔